فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

”تو پوچھ لیا کرو ان سے جو جانتے ہیں، اگر تم نہیں جانتے“ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

آپ کے شرعی مسائل کا حل

فتاویٰ یسئلونک دار الافتاء والارشاد

الباقیات الصالحات فاؤنڈیشن رجسٹرڈ

رئیس دار الافتاء حضرت مولانا مفتی احسان اللہ شائق صاحب

شمارہ 120 | جمعۃ المبارک 14 ذوالقعدہ 1442ھ 25 جون 2021ء

اس شمارے میں شامل فتاویٰ جات

- رات کے وقت زمین کے لپیٹ دیے جانے سے مراد
- قبضے سے قبل مبیع ہلاک ہونے کی صورت میں حکم
- درودِ تاج پڑھنا
- زبانی خواہش کا وراثت میں عمل دخل
- شرعی اور غیر شرعی مسجد کا حکم

سوال ارسال کرنے کے طریقے

- سوالات تحریری صورت میں متعین سوالنامے پر بالمشافہہ جمع کروائیں۔
- ask@yasalunak.com
  پر برقی مراسلے (ای میل) کی صورت میں ارسال کریں۔
- www.yasalunak.com
  پر موجود سوالنامے کے ذریعے ارسال کریں۔
- 0333-9206874 پر مکمل نام کے ساتھ واٹس ایپ کریں۔

دار الافتاء والارشاد، الباقیات الصالحات فاؤنڈیشن رجسٹرڈ، فقہ اکیڈمی C-335 بلاک 1، گلستان جوہر، کراچی

رات کے وقت زمین کے لپیٹ دیے جانے سے مراد

سوال: شارحینِ حدیث اس حدیث کے متعلق کیا فرماتے ہیں جو سنن ابو داؤد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ شام کے وقت سفر کیا کرو کیونکہ شام کو زمین لپیٹ دی جاتی ہے۔

اگر زمین لپیٹنے سے مراد سفر کا جلد طے ہو نا لیا جائے تو کیا یہ حقائق سے تعارض نہ ہو گا؟ مثلاً دن میں ٹرین، بس، بحری جہاز وغیرہ جو ۴۰۰ کلو میٹر سفر جتنے وقت میں کرتے ہیں اتنا ہی وقت رات میں درکار ہوتا ہے۔

جواب: سنن ابی داود کی روایت کے الفاظ درج ذیل ہیں:

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «عَلَيْكُمْ بِالدُّلْجَةِ، فَإِنَّ الْأَرْضَ تُطْوَى بِاللَّيْلِ». (سنن ابی داود، کتاب الجهاد، باب فی الدلجة)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم رات کے وقت سفر کیا کرو، کیونکہ رات کے وقت زمین لپیٹ دی جاتی ہے۔

رات کے وقت زمین کے لپیٹ دیے جانے سے مراد یہ ہے کہ رات کے وقت سفر آسان ہوجاتا ہے، اور دن کے مقابلے میں رات کا سفر زیادہ پرسکون اور آرام دہ ہوتا ہے۔ اور اگر گھوڑے اور اونٹ وغیرہ کے ذریعہ سفر کو دیکھا جائے تو بات بالکل واضح ہے کہ دن کی گرمی اور حرارت کی وجہ سے سفر میں وہ نشاط اور چستی نہیں ہو گی جو رات کی ٹھنڈک میں ہوگی۔ اس لیے دن کی بنسبت رات میں مسافتِ سفر کم وقت میں زیادہ طے ہوسکتی ہے۔ محدثین نے اس روایت کے دونوں معنی مراد لیے ہیں۔

قال: (فإن الأرض تطوى بالليل) معناه: في خفة وسهولة السير في الليل للنشاط والبراد الذي يكون فيه، فهو يختلف عن سير النهار.

قوله: [(تطوى)]. المقصود: قطع المسافة؛ لأنه لا شك أن الإنسان إذا كان يسير في براد وفي نشاط فذلك بخلاف ما إذا كان يسير في مشقة وحرارة؛ لأن السير في الليل مع القوة والنشاط يختلف عن السير في النهار مع الحرارة وشدة الشمس، ومعناه أن المسافة التي تقطع في الليل أكثر من المسافة التي تقطع في النهار.

والمقصود من ذلك قطعها بسهولة؛ لا أن الأرض تنكمش له، بدل ما تكون خمسمائة كيلو تصير مائتي كيلو. (شرح سنن ابی داود للعباد، کتاب الجهاد، باب فی الدلجة)

قبضے سے قبل مبیع ہلاک ہونے کی صورت میں حکم

سوال: ایک شخص نے زید سے ایک صحیح سالم بکری بیس ہزار روپے کی خرید لی، اور اسے دس ہزار اسی وقت ادا کر دیے اور باقی دس ہزار روپے بعد میں دینے کی بات طے ہوگئی، بکری کی بیع وشراء ہوگئی اور زید کی طرف سے مکمل اختیار دے دیا گیا کہ جس وقت لے جانا چاہو، لے جاسکتے ہو، اس کی طرف سے کوئی رکاوٹ نہیں۔ اس کے بعد خریدار چلا گیا اور زید سے کہا کہ اس کو میں بعد میں لے جاؤں گا۔ لیکن ابھی تک خریدار نے بکری پر قبضہ نہیں کیا تھا کہ بکری زید کے پاس ہی مر گئی۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ بکری کس کی مانی جائے گی، زید بائع کی یا خریدار کی، جس نے آدھی قیمت بھی ادا کر دی تھی؟ اگر خریدار کی مانی جائے، تو کیا باقی دس ہزار روپے بھی زید کو دینا ضروری ہیں یا نہیں؟ اور اگر نہیں تو خریدار کے دیے ہوئے دس ہزار زید کے لیے لوٹانا لازمی تو نہیں؟

جواب: مذکورہ صورت میں جب بیع وشراء ہوگئی اور زید کی طرف سے مشتری کو مکمل اختیار دے دیا گیا کہ بکری جس وقت لے جانا چاہو، لے جاسکتے ہو، اس کی طرف سے کوئی رکاوٹ نہیں۔ تو مشتری کا قبضہ حاصل ہوگیا، اس کے بعد جب بکری زید کے پاس ہی مر گئی، تو یہ بکری خریدار کی مانی جائے گی، بائع (زید) کی نہیں، لہٰذا خریدار پر زید کے باقی دس ہزار روپے دینا لازم ہے۔ نیز یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ بکری زید کے کسی فعل کے بغیر مر گئی ہو، لیکن اگر بکری کی ہلاکت زید کے کسی فعل کی وجہ سے ہوئی ہو تو زید پر اس کا ضمان لازم ہو گا، یعنی اب زید پر خریدار کے دیے ہوئے دس ہزار روپے لوٹانا لازم ہو گا۔

ثم التسليم يكون بالتخلية على وجه يتمكن من القبض بلا مانع ولا حائل. (الدر المختار، ۴/۵۶۱)

(قوله: ثم التسليم) أي في المبيع والثمن... (قوله: على وجه يتمكن من القبض)... وكذا لو اشترى بقرا في السرح فقال: البائع: اذهب واقبض إن كان يرى بحيث يمكنه الإشارة إليه يكون قبضا... مطلب في شروط التخلية وحاصله: أن التخلية قبض حكما لو مع القدرة عليه بلا كلفة لكن ذلك يختلف بحسب حال المبيع... وفي نحو بقر في مرعى فكونه بحيث يرى ويشار إليه قبض... (قوله: بلا مانع) بأن يكون مفرزا غير مشغول بحق غيره (حاشية ابن عابدين، ۴/۵۶۰)

درودِ تاج پڑھنا

سوال: درودِ تاج پڑھنا کیسا ہے؟ اس کے بارے میں بتادیجیے۔

جواب: درودِ تاج کے حوالے سے جو فضائل بیان کیے جاتے ہیں، وہ سارے من گھڑت ہیں، کسی حدیث سے اس کی کوئی فضیلت منقول نہیں۔ مزید یہ کہ اس میں بعض شرکیہ الفاظ استعمال کیے گئے ہیں، جیسے: دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والألم. (ملخص از احسن الفتاوی، جلد نمبر ۱۰، باب رد البدعات)

فتاوی رحیمیہ میں ہے:

"فتویٰ کا خلاصہ یہ ہے کہ درود تاج کے فضائل جو جہلاء میں مشہور ہیں وہ بے اصل و بے بنیاد ہیں، حدیث شریف سے ثابت نہیں ہیں۔ فضائل ومقدارِ ثواب آں حضرت ﷺ کے بیان کیے بغیر جاننا محال ہے۔ خود درود تاج سینکڑوں برس بعد کی ایجاد ہے، تو اس کے پڑھنے کی فضیلت اور مقدارِ ثواب کس نے اور کب بتائے؟ جس درود کے الفاظ حدیث شریف سے ثابت ہیں انہیں چھوڑ کر غیر مسنون الفاظ پر بڑے بڑے ثواب کے وعدوں کا عقیدہ رکھ کر اس کا وظیفہ لازم کر لینا یہ بدعت ہے۔ نیز اس میں دافع البلاء وغیرہ الفاظ کی نسبت کا فرق عوام نہیں جانتے، لہٰذا اسے پڑھنے کا حکم دینا شرک میں مبتلا کرنے کے برابر ہے۔"

لہٰذا درودِ تاج پڑھنے سے بہتر ہے کہ درودِ ابراہیمی یا کوئی اور مستند درود پڑھ لیا جائے۔

زبانی خواہش کا وراثت میں عمل دخل

سوال: ایک شخص کا انتقال ہوگیا ہے، اس کی ملکیت میں تجارت کا کچھ سامان تھا (یعنی کرائے پر لی ہوئی دکان کا سامان تھا) اور اس شخص نے اپنی زندگی میں کسی کو یہ سامان تحفے میں یا کسی دوسری صورت میں نہیں دیا۔ اب اس دکان کے سامان کو بیچ کر جو رقم حاصل ہوگی کیا وہ رقم وراثت کے اصولوں کے مطابق تقسیم ہوگی یا اسکی زندگی کی زبانی خواہش کے مطابق؟ اور وہ خواہش یہ ہے کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی میں اس سامان کو بیچ کر خرچہ کرنا چاہتا تھا۔

جواب: صورت مسئولہ میں بوقت انتقال مرحوم کی ملکیت میں منقولہ وغیر منقولہ جائداد، نقدی، سونا چاندی اور چھوٹا بڑا جو بھی سامان تھا، حتی کہ سوئی دھاگہ سب مرحوم کا ترکہ ہے، سب سے پہلے اس میں سے کفن دفن کا متوسط خرچہ نکالا جائے، اس کے بعد مرحوم کے ذمے کسی کا قرض ہو تو کل مال سے اس کو ادا کیا جائے، اس کے بعد مرحوم نے کسی غیر وارث کے لیے کوئی جائز وصیت کی ہو تو تہائی مال کی حد تک اس پر عمل کیا جائے، اس کے بعد بقیہ مال کو مرحوم کے تمام ورثاء میں شرعی ضابطے کے مطابق تقسیم کیا جائے۔

اگر مرحوم نے اپنی دکان کا سامان اپنی زندگی میں کسی کو ہبہ نہیں کیا نہ ہی اس کی کوئی وصیت کی ہے تو اس مال کو ورثاء کے درمیان تقسیم کرنا ضروری ہے تاہم اگر تمام ورثاء بالغ ہیں اور سب مرحوم کی زبانی خواہش کو پورا کرنے پر راضی ہوں تو سب کی رضامندی سے اس پر عمل کرنا بھی جائز ہے۔

ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما يبقى بعد الكفن والدين إلا أن تجيز الورثة أكثر من الثلث ثم يقسم الباقي بين الورثة على سهام الميراث (الفتاوى الهندية، ۶/ ۴۴۷)

شرعی اور غیر شرعی مسجد کا حکم

سوال: ہمارے آفس میں دو بڑے ہال ہیں، جو مسجد کے طور پر وقف کیے ہوئے ہیں، جس میں ایک حصہ مردوں کے لیے اور دوسرا حصہ عورتوں کے نماز پڑھنے کے لیے ہے، اذان بھی ہوتی ہے اور باجماعت نماز بھی پڑھی جاتی ہے، عورتیں اپنی سہولت سے جیسے گھر میں نماز پڑھتی ہیں اسی طرح یہاں بھی پڑھ لیتی ہیں، اور لوگ اس مسجد میں سوتے بھی ہیں، کھانا بھی کھاتے ہیں، موبائل پر ڈرامے وغیرہ بھی دیکھتے ہیں، گپ شپ بھی کرتے ہیں، ایسے سمجھ لیں جیسے کسی کالج وغیرہ کا فیملی روم ہوتا ہے۔ یہ سب اسی طرح چلتا ہے، لیکن یہ مسجد ہی ہے، اس میں صف وغیرہ بھی بچھی ہوئی

ہے، قرآن مجید بھی الماری میں رکھے ہوئے ہیں، اسی طرح امام کے لیے مصلی کی جگہ بھی ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا ہم اس جگہ اس طرح کے دینی اور دنیاوی کام کر سکتے ہیں؟ دوسرا یہ کہ کیا ناپاکی کی حالت میں وہاں بیٹھنا یا لیٹنا جائز ہے؟

سوال کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آفس کے جس ہال کو نماز پڑھنے کے لیے مسجد کے نام پر مختص کیا گیا ہے وہ شرعی مسجد نہیں، بلکہ (مصلی) جائے نماز ہے یعنی اس میں باجماعت نماز ادا کرنے سے جماعت کا ثواب مل جائے گا، لیکن مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب نہیں ملے گا۔ کیونکہ شرعی مسجد وہ ہوتی ہے کہ کوئی ایک شخص یا چند اشخاص اپنی مملوکہ زمین کو مسجد کے نام سے اپنی ملک سے جدا کر کے اللہ کے نام پر وقف کر دیں، اور لوگوں کو بتا دیں کہ یہ جگہ ہمیشہ کے لیے نماز کے لیے مختص ہے، تو وہ جگہ شرعی مسجد کہلاتی ہے، جس کا حکم یہ ہے کہ اب یہ جگہ زمین سے لے کر آسمان تک مسجد ہی کے لیے استعمال ہو گی، کسی دوسرے کام کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں یعنی شرعی مسجد بننے کے لیے ضروری ہے کہ جس جگہ مسجد بنانے کا ارادہ ہو اس جگہ کو مسجد کے لیے مذکورہ تمہید کے مطابق باقاعدہ طور پر وقف کر دیا جائے، البتہ وقف کیے بغیر محض نماز پڑھنے کے لیے کسی جگہ کو خاص کرنے سے وہ جگہ شرعی مسجد نہیں بنے گی، بلکہ وہ صرف مصلی ہو گا، جیسا کہ آج کل فلیٹ یا شاپنگ مال وغیرہ میں مساجد ہوتی ہیں جن کے اوپر یا نیچے دکانیں اور رہائش گاہیں ہوتی ہیں، یہ بھی جائے نماز (مصلی) کے حکم میں ہیں، شرعی مسجد کے حکم میں نہیں۔ لیکن نماز کے لیے مختص ہونے کی وجہ سے اس کا ادب واحترام ضروری ہے۔

لہذا آفس کی جگہ کو نماز اور عبادت وغیرہ کے لیے مختص کیا گیا ہے، اس کا احترام بھی مسجدِ شرعی کی طرح کیا جانا چاہیے، اس لیے مردوں کا حالتِ جنابت اور عورتوں کا اپنی ماہواری کے ایام میں اس جگہ داخل ہونا یا اس جگہ کھانے پینے کی عادت بنانا بہتر نہیں۔ نیز میوزک سننا، سنانا، یا ڈرامے وغیرہ دیکھنا گناہِ کبیرہ ہے اور یہ کام ہر وقت ہر جگہ ممنوع و ناجائز ہے، چہ جائیکہ ان کو مسجد و مصلی جیسے مقدس مقام پر کر کے اس جگہ کا تقدس مجروح کیا جائے، لہذا اس سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔

قال فی البحر وحاصله أن شرط كونه مسجدا أن يكون سفله وعلوه مسجدا لينقطع حق العبد عنه لقوله تعالى {وأن المساجد لله} الجن ١٨ بخلاف ما إذا كان السرداب والعلو موقوفا لمصالح المسجد فهو كسرداب بيت المقدس هذا هو ظاهر الرواية (حاشية ابن عابدين، ٣٥٨/٤)

(ويزول ملكه عن المسجد والمصلى) بالفعل و (بقوله جعلته مسجدا عند الثاني (وشرط محمد) والإمام (الصلاة فيه) بجماعة وقيل: يكفي واحد وجعله في الخانية ظاهر الرواية. (الدر المختار، ٣٥٥/٤)

(قوله: بجماعة) لأنه لا بد من التسليم عندهما خلافا لأبي يوسف، وتسليم كل شيء بحسبه، ففي المقبرة بدفن واحد وفي السقاية بشربه وفي الخان بنزوله كما في الإسعاف، واشتراط الجماعة لأنها المقصودة من المسجد، ولذا شرط أن تكون جهرا بأذان وإقامة وإلا لم يصر مسجدا (حاشية ابن عابدين، ٣٥٦/٤)

(و) كره تحريما (الوطء فوقه، والبول والتغوط) لأنه مسجد إلى عنان السماء (الدر المختار، ٦٥٦/١)

(قوله إلى عنان السماء) بفتح العين، وكذا إلى تحت الثرى كما في البيري عن الإسبيجابي... (قوله لا يكره ما ذكر) أي من الوطء والبول والتغوط نهر (قوله فوق بيت إلخ) أي فوق مسجد البيت: أي موضع أعد للسنن والنوافل، بأن يتخذ له محراب وينظف ويطيب كما أمر به -صلى الله عليه وسلم- فهذا مندوب لكل مسلم. كما في الكرماني وغيره قهستاني. فهو كما لو بال على سطح بيت فيه مصحف وذلك لا يكره كما في جامع البرهاني معراج. (قوله: به يفتى. نهاية) عبارة النهاية: والمختار للفتوى أنه مسجد في حق جواز الاقتداء إلخ، لكن قال في البحر: ظاهره أنه يجوز الوطء والبول والتخلي فيه، ولا يخفى ما فيه فإن الباني لم يعده لذلك فينبغي أن لا يجوز وإن حكمنا بكونه غير مسجد، وإنما تظهر فائدته في حق بقية الأحكام، وحل دخوله للجنب والحائض. اهـ. (حاشية ابن عابدين، ٦٥٦/١)

إن الملاهي كلها حرام. (الدر المختار، ٥٠٦/٩)

واستماع ضرب الدف والمزمار وغير ذلك حرام، وإن سمع بغتة يكون معذورًا، ويجب أن يجتهد أن لا يسمع، قهستاني. (رد المحتار، ٥٠٦/٩)

ختم شد